"مطلع العلوم و مجمع الفنون"

فارسی نصاب کی ایک منفرد کتاب

جناب ڈاکٹر شریف حسین قاسمی، دہلی یونیورسٹی

ہندوستان میں فارسی کا نصاب کس قسم اور کس معیار کا ہونا چاہیئے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو فارسی پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لئے ہمیشہ سے توجہ کا مرکز رہا ہے۔ چند ہی سال قبل، اس مسئلہ پر متعلقہ ارباب علم و دانش کا ایک اجتماع، خانۂ فرہنگی ایران کی سرپرستی میں، نئی دہلی میں منعقد ہوا تھا۔ اس اجتماع نے کیا فیصلے کئے اور وہ فیصلے کس حد تک بروئے کار لائے گئے، ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں، کہنا یہ ہے کہ آج بھی فارسی نصاب تعلیم کو بہتر سے بہتر اور وقت کے تقاضوں کے مطابق تشکیل دینے کی ضرورت پر متعلقہ حضرات توجہ مبذول کرتے ہیں؟

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نصاب تعلیم، وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا رہنا چاہیئے۔ ہر چیز کی اہمیت ہر زمانہ میں یکساں نہیں رہتی، کچھ مضامین کسی زمانے میں اہم تر ہوتے ہیں اور یہی مضامین کسی دوسرے زمانے میں اہم تر نہیں ہوتے، مضامین اور تعلیم و تدریس کے وہ موضوع اور کتابیں جو کسی زمانہ میں اہم ہوں، تو اُن موضوعات کو نصاب تعلیم میں شامل کرنا نہ صرف ضروری ہے بلکہ عین فرض ہے۔ اسی طرح جو مضامین اور کتابیں

اپنی نوعیت و معیار کے لحاظ سے قدیم ہو گئے ہوں تو انھیں نصاب تعلیم سے خارج نہ کرنا طالب علموں کی تضیع اوقات کے مترادف ہے۔ ہماری موجودہ تعلیم گاہوں میں جو فارسی نصاب رائج ہے اس میں ترمیم و تنسیخ کی بہت گنجائش ہے اور اس مسئلہ پر سنجیدگی اور دور اندیشی سے غور و فکر کرنے اور مثبت قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔

فارسی ہندوستان میں ادبی زبان رہی ہے۔ اور ایک زمانہ تھا جب فارسی کی تعلیم کے بغیر یہاں روزگار ملنا بھی شاید مشکل ہوتا ہو۔ چونکہ فارسی ہی دفتر کی زبان بھی تھی اور حکومت کا بیشتر کام کاج اسی زبان میں عمل میں آتا تھا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں اصحاب علم و دانش نے اس طرف توجہ دی ہو گی کہ فارسی کی تعلیم و تدریس کے لئے کس قسم اور کس معیار کا نصاب مرتب کیا جائے۔ موجودہ شواہد و مدارک کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مختلف شعراء کے دواوین، تاریخ کی کتابیں، اخلاق و منطق، فلسفہ و نجوم، حساب اور دستورِ زبان وغیرہ ایسے مضامین تھے جو اس زمانہ میں عام طور پر پڑھائے جاتے رہے۔ اس کے علاوہ کچھ اہل علم نے اپنے قریبی عزیز یا کسی خاص شاگرد کی تربیت کے لئے، انشاء یا گرامر وغیرہ کی کوئی کتاب مرتب کر دی، اسی طرح جب ہندوستان میں انگریزوں کے پیر جم گئے اور وہ ہندوستان کے اداری اور تنظیمی کاموں کو سنبھالنے کے لئے گروہ در گروہ انگلستان سے یہاں آنے لگے تو محسوس کیا گیا کہ فارسی کی تعلیم کے بغیر ہندوستانی حکومت کا کام کاج چلانا ان کے لئے کچھ وقت تک ناممکن ہے، چنانچہ ان کے لئے بھی فارسی تعلیم و تدریس کا انتظام کیا گیا اور کچھ کتابیں انگریز افسروں کی تعلیم کے لئے مرتب کی گئیں۔ لیکن بہر صورت، فارسی تعلیم و تدریس کے لئے غالباً کوئی انتخاب یا کوئی عمومی نصاب کی کتاب اس طرح مرتب نہیں کی گئی جیسا کہ آجکل دستور ہے۔

ان صفحات میں فارسی نصاب کی ایک انتہائی اہم اور دلچسپ کتاب کا تعارف منظور ہے جو غالباً ہندوستان میں فارسی کی وہ پہلی کتاب ہے جو مخصوصاً اس لئے ترتیب دی گئی

کہ اسے ہندوستان میں فارسی پڑھانے کے لئے نصاب کے طور پر استعمال کیا جائے۔ اس کتاب کا نام "مطلع العلوم و مجمع الفنون" ہے۔ اسے حکیم منشی واجد علی خاں واجد نے جو ہگلی کے رہنے والے تھے، ۱۲۶۱ھ میں مرتب کیا۔ جیسا کہ اس ....
کتاب کے نام سے ظاہر ہے یہ دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصّہ کا نام مطلع العلوم اور دوسرے کا مجمع الفنون ہے، اس کا انداز بیان، اس کے مطالب و مندرجات اور ان کی ترتیب کچھ اس ڈھنگ اور نوعیت کی ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ کتاب آج سے ایک سو تیس پینتیس برس پہلے نہیں، بلکہ آج اس ترقی یافتہ اور صنعتی اور عملی دور میں ترتیب دی گئی ہو۔ بہر حال کتاب کے دونوں حصوں کی مختصر وضاحت کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلا حصہ "مطلع العلوم" علمی اور نظری (Theory) تعلیم کے لئے مخصوص ہے اور دوسرا حصہ جس کا نام "مجمع الفنون" ہے اس میں عملی تعلیم، مختلف صنعتوں، فنون، دستکاریوں اور پیشوں (vocatinal) سے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ یہی دوسرا حصہ اس کتاب کو نہایت اہم اور منفرد حیثیت کا مالک بنا دیتا ہے۔ اس حصہ کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ انیسویں صدی کے وسط میں اصحاب علم و دانش یہ محسوس کر چکے تھے کہ محض فارسی تعلیم سے اب گذارا نہیں ہو سکتا اس لئے اس کے ساتھ ساتھ ایک طالب علم کی عملی تعلیم اور مختلف فنون سے جانکاری ناگزیر ہے۔ ہم آج دستکاری اور مختلف صنعتوں اور فنون سے متعلق تعلیم پر غیر معمولی زور دے رہے ہیں۔ آئے دن ایسے پروگرام بنائے جاتے ہیں کہ اس بات کا انتظام ہو جائے کہ ایک طالب علم، اپنی تعلیم مکمل کر لینے کے بعد، بے روزگاری کا شکار نہ ہو۔ اگر اسے کوئی ایسا کام نہ ملے جہاں تعلیم کام آئے تو وہ اس دستکاری اور فنون سے فائدہ اٹھائے جو اس نے اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ سیکھے ہیں اور اپنے لئے خود کام کے وسائل مہیا کر لے۔ اس کتاب کے مرتب کا نظریہ بھی بالکل یہی ہے۔
یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیئے کہ اس کتاب کی ترتیب کا زمانہ، بہادر شاہ ظفر

کی بے دست وپائی اور مغل حکومت کی بربادی کا زمانہ ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ اقتصادی اور اجتماعی زبون حالی کا زمانہ بھی ہے ۔ مرتب ان حالات کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا ، وہ محسوس کر رہا تھا کہ اب محض فارسی شعر و ادب کی تعلیم، آنے والی نسلوں کے لئے کافی نہیں ۔ اور وہ جانتا تھا کہ فارسی جو ہندوستان میں درباری زبان ہے، دربار کے ساتھ ساتھ اپنی حیثیت اور اپنا مقام کھو بیٹھے گی ، اور ہوا بھی یہی، اسی لئے مرتب نے یہ نتیجہ نکالا :

"علت غائی از تالیف این کتاب ہمین بود کہ چون بہ مقتضای وقت ، عرصۂ فرصت ، بر اہل روزگار تنگ گردیدہ و وسعت و استطاعت بعموم خلایق اینقدر نماندہ کہ تا مدت دراز بکسب علوم پردازند و سرمایۂ کمال حاصل نمایند ، لہٰذا این جریدہ دانش و آگاہی را بشیرازۂ تالیف کشیدم تا شائقان و طالبان ، باندک فرصت سرمایۂ قلیلی از علم و ہنر حاصل کنند و استعدادی بہم رسانیدہ بکار معیشت پردازند[۱]۔"

نہ صرف یہ بلکہ مؤلف کتاب ، مروجہ نصاب تعلیم سے بھی مطمئن نہ تھا ۔ اس کا خیال تھا کہ مبتدی سالہای دراز تک کچھ ایسی انشا اور عشق انگیز قصوں کی کتابیں پڑھنے میں عمر عزیز تلف کرتے ہیں ، جس سے انھیں احتراز کرنا چاہیے ، چونکہ یہ کتابیں ان کے لئے علم و ادب سیکھنے میں ممد و معاون ثابت نہیں ہوتیں :

"چون دستور تعلیم مبتدیان کہ بالفعل بہ بستانہای فارسی مستر ست رو بکمال زبونی دارد، یعنی متعلمان سالہای دراز بخواندن بعضی از انشاہا و کتب قصص عشق انگیز وغیرہ کہ مبتدیان را ازان احتراز می باید ، عمر عزیز تلف و رایگان می کنند و در حقیقت از سواد

---

[۱] مطلع العلوم و مجمع الفنون ، چاپ نولکشور ، ۱۹۱۳/۱۳۳۱ ، ص ۳۲۴

علوم بی بہرہ می باشند، اگر بجہت رفع این خرابی ہا بتعلیم مبتدیان و تسہیل و آسانی طالبان و شائقان، نسخہ ترتیب یابد کہ آنرا دو دفتر باشند، بدفتر اول خلاصۂ علوم و بدفتر دوم، بیان فنون بقالب تحریر در آید متعلمان را باندک فرصت و زمانۂ قلیل برحقائق جزئیہ جمیع علوم و فنون بطریق اجمال خبرت و آگاہی ملنواند شد۔[1]"

بہرحال اس عملی نقطۂ نگاہ کے ساتھ مولف نے اس کتاب کو ۲۰ ذیقعدہ ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۴ء سے ترتیب دینا شروع کیا اور ایک سال کی پیہم جدو جہد کے بعد یہ کتاب ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچی اور ساتھ ہی ساتھ چھپ بھی گئی۔ چونکہ یہ کتاب غالباً ابتدائی فارسی تعلیم و تدریس کے لئے اپنی نوعیت کی انوکھی اور انتہائی مفید، مرتب و منظم کتاب ہے اس لئے اس کی طباعت میں بہت عجلت سے کام لیا گیا۔ خود مولف کے بقول: ابھی کتاب کا مسودہ مکمل طور پر تیار بھی نہ ہوا تھا کہ اس کی طباعت کا کام شروع ہوگیا اور جتنا مسودہ تیار تھا، پریس بھیج دیا گیا جو جلد چھپ گیا۔ اس کے بعد باقی کتاب اس طرح چھپی کہ رات کو مؤلف کتاب کا مسودہ تیار کرتا، دن میں اسے پریس بھیج دیا جاتا اور وہ چھپ جاتا۔ موردِ نظر کتاب کی افادیت اور وقت کے تقاضوں کے مطابق ہونے کا یہ واضح ثبوت ہے کہ یہ کتاب نو بار طبع ہوئی، اس کی پہلی اور دوسری اشاعت ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء اور ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۸ء میں، مطبع زبدۃ الاخبار، اکبر آباد سے عمل میں آئی اس کے بعد ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء سے ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء تک یہ کتاب مزید سات بار مطبع نولکشور سے طبع کی گئی۔[2]

جو علوم و فنون اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں وہ معتبر کتابوں سے ماخوذ ہیں لیکن

---

[1] مطلع العلوم و مجمع الفنون، ص ۵، نولکشور، ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

[2] ایضاً، ص ۳۴۳، ۳۴۴۔

مؤلف نے اپنے مراجع کا نام اس لئے نہیں لکھا تاکہ غیر ضروری طوالت سے اجتناب کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ جہاں مولف نے کسی شرح وبسط کی ضرورت محسوس کی، اسے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔[1]

ذیل میں کتاب کے مختلف ابواب کا ذکر کیا جارہا ہے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ یہ تقریباً ایک سو پینتیس سال پہلے مرتب ہونے والی فارسی درس ونصاب کی ابتدائی کتاب، آج دستیاب اور مروجہ ایسی ہی کتابوں سے کس قدر زیادہ جامع، مفید اور منطقی ہے۔ اس کا پہلا حصہ "مطلع العلوم" سینتیس[2] ابواب پر مشتمل ہے جن میں سے چند ابواب کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے:

باب اول، مفردات ومرکبات حروف تہجی وتصریف مصادر فارسی کے بارے میں ہے، حروف تہجی وغیرہ بیان کرنے سے پہلے مولف ایک نوٹ لکھتا ہے کہ جب فارسی حروف طالب علم کو سکھائے جائیں تو اس کے ساتھ ہی ساتھ عربی حروف تہجی کا سکھانا بھی ضروری ہے۔ حروف تہجی کے بعد مولف نے ترتیب وار، دو حرفی، سہ حرفی، چہار حرفی اور پنج حرفی فارسی اور عربی الفاظ کی فہرست دی ہے اور تاکید کی ہے کہ طالب علم کو یہ الفاظ، معنی اور املا کے ساتھ از بر کرا دئے جائیں، اس کے بعد مصادر فارسی با صرف صغیر و کبیر" کے تحت متعدد فارسی افعال کے اردو میں معنی تحریر کر دئے گئے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ہر فعل کا ماضی، مستقبل، حال، امر ونہی بیان کیا گیا ہے۔ یعنی یہ ایک مفصل اور کار آمد "آمد نامہ" ہے

ایک باب میں روزمرہ اور ہر وقت کام آنے والی کچھ ضرب الامثال نقل کی گئی ہیں کچھ مصرعے بھی اس میں شامل ہیں۔ مثلاً: اول خویش بعدہٗ درویش، آدم بہ آدم میرسد

---

[1] مطلع العلوم ومجمع الفنون، ص ۶

کوہ بکوہ نمیرسد ، ای روشنی طبع تو برمن بلا شدی ۔ ایک دوسرے باب میں نکات دلپسند ، پند و نصائح اور حکماء و دانشمندوں کے اقوال ، عجیب اور دلچسپ حکایتیں بیان کی گئی ہیں ۔ اس باب کے سلسلے میں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ مرتب کے بقول : ایک طالب علم کو ابتدا ہی سے اخلاق و تہذیب و تمدن کی تعلیم دینا لازمی اور افضل ہے چونکہ اگر ابتدا میں ایک طالب علم اچھے اخلاق و عادات کا عادی ہو جائے تو یہ فضیلت ، عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہتی ہے ۔ ظاہر ہے اسی لئے مولف نے یہ باب کتاب کے شروع میں رکھا ہے اس باب میں ایسے واقعات و نکات زیادہ بیان کئے گئے ہیں جو تعلیم و تربیت کی اہمیت کو اجاگر کرتے اور اس کے گوناگوں فوائد و دوررس نتائج کو ظاہر و ثابت کرتے ہیں ۔ چھوٹی چھوٹی مگر وقیع پند و نصائح ، مختصر مختصر جملوں میں بیان کی گئی ہیں ، تاکہ ایک مبتدی اس سے کماحقہ مستفیض ہو سکے ، ایک اور باب میں لطائف و ظرائف ، ان کی خوبیاں اور اچھے اثرات سے بحث کی گئی ہے ۔ مذہب اسلام کی رو سے طنز و مزاح کی اجازت پر مختصر سی بحث ہے ۔ بعض انتہائی دلچسپ لطیفے اور مزاحیہ واقعات درج ہیں ، مثلاً :

"معلمی بحالت نزع گفت کہ از ہیچ جای کفن کہنہ بہم رسانید ، گفتند : چہ خواہی کرد ؟ گفت : تا مرا بعد از مرگ دراں بپیچید و در گور نہند ۔ گفتند از یں چہ فائدہ ؟ گفت : چوں منکر نکیر بیایند و بہ بینند کہ کفن کہنہ است گمان برند کہ مردہ دیرینہ است ، سوال نکنند و بروند"

اس باب کو کتاب کے شروع میں دیکھ کر اس حقیقت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ مولف کے تحت الشعور میں یہ بات پوری طرح موجود تھی کہ ابتدا میں طالب علم کی دلچسپی برقرار رکھنے کے لئے مطالب کا انتخاب کیا جانا چاہئے جو اسے تعلیم سے نہ صرف دل برداشتہ نہ ہونے دیں بلکہ اس امر کا سبب بنیں کہ تعلیم سے اس کا لگاؤ اور توجہ روز بروز بڑھتی رہے ۔

دوسرے بابوں میں علم قیافہ جسے علم فراست بھی کہتے ہیں اور علم تواریخ و سیر کا بیان

ہے۔ اس باب میں آفرینش آدم سے تاریخ جہان شروع ہوتی ہے، مختلف انبیاء کا ذکر، تاریخ ایران، ساسانی بادشاہوں تک، ہندوستان کی تاریخ مغلوں سے شروع ہوتی ہے اور آخری مغل تاجدار ابوالمظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ پر ختم ہوتی ہے۔ اور اس کا آخری جملہ خود مؤلف کی صاف گوئی اور صحیح اطلاعات کی غمازی کرتا ہے: "در عہد سلطنت روشن اختر محمد شاہ بادشاہ، اگرچہ دشمنان از ہر طرف زور آوردند و سرِ ارادت از اطاعت انقیاد بادشاہ پیچیدند امّا کم و بیش رونق سلطنت باقی بود و از عہدِ شاہ ابن محمد شاہ، روز بروز زبون شدہ، تا آنکہ اکنون بجز نام سلطنت ہیچ باقی نیست:

چنین است رسمِ جہانِ پُر فریب گہی بر فراز و گہی پُر نشیب[1]

دوسرے بابوں میں حضور اکرم کی سیرت، سلاطینِ عرب و عجم کی تاریخ، حکماء و فلاسفہ کے حالات، بعض نامور شعرا کے حالات مثلاً رودکی، ابوالفرج رونی، اہلی خراسانی، جامی، حافظ، سعدی، صائب، نمونہ کے طور پر ان شعرا کے دو دو چار چار شعر وغیرہ درج ہیں۔ یعنی یہ "تاریخ ادبیات فارسی" پر مشتمل باب ہے۔ علم آداب تحریر مکاتبات و عرضداشت و اسناد و تمسکات، فارسی رسم خط، کنایات و مصطلحات فارسی، تشبیہات کے بیان پر مشتمل ابواب ہیں۔ ایک باب اپنے مندرجات کے اعتبار سے نہایت اہم اور تاریخی ہے۔ اس میں کچھ غلط العوام الفاظ کی فہرست دی گئی ہے اور ان کی صحیح شکل و صورت اور اردو میں معنی درج کر دئے گئے ہیں۔ ایک اور باب میں استاد شعرا کے ایک ہی موضوع پر مختلف شعر جمع کئے گئے ہیں تاکہ ایک طالب علم ان سے ضرورت کے وقت استفادہ کر سکے۔ علم صرف و نحو، علم معانی، علم بیان، علم بدیع، بیان عیوب شعر، بحور و عروض، علم قوافی، عیوب قافیہ کے متعلق ضروری اطلاعات فراہم کی گئی ہیں۔ عقائد، فقہ، تفسیر، حدیث، علم طریقت، اصطلاحات، اربابِ سلوک وغیرہ موضوع زیر بحث آئے ہیں۔ طب، جغرافیا،

---

[1] مطلع العلوم و مجمع الفنون، ص ۸۰

علم حساب، ہندسہ، ہیئت، نظام شمسی کا ذکر ہے۔ نظام شمسی کی تفصیل میں مؤلف نے بروج کے نام دئے ہیں۔ یہ نام فارسی، عربی، ہندی اور انگریزی میں بھی تحریر ہیں۔ ایک باب میں علم موسیقی کی تفصیل ہے۔ یہ باب بھی نہایت اہم ہے، چونکہ اس میں موسیقی کی تعریف، ایرانی موسیقی کی تفصیل، اہل ہند کی موسیقی کا مجمل مگر جامع بیان، ایرانی اور ہندی موسیقی کا رشتہ اور تعلق اور علم موسیقی کے کچھ علماء کا ذکر شامل ہے۔ اس باب کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ جو کچھ مرتب نے اپنی کتاب میں شامل کیا ہے وہ کسی نہ کسی مستند کتاب سے ماخوذ ہے اور یا پھر مرتب خود علم موسیقی سے بہت بڑی حد تک واقف تھا ورنہ جس وقت اور جزئیات کے ساتھ موسیقی کے بارے میں تحریر ہے وہ ممکن نہ ہوتا۔ مثال کے طور پر یہاں چند سطریں نقل کی جارہی ہیں:

"واضح باد کہ حکمای عجم بموجب بروج اثنا عشر، دوازدہ مقام اختراع کردہ اند و آن بمنزلۂ اصول دار کالنست ... باید دانست کہ مقام بموجب اصطلاح اہل ہند بمنزلۂ راگ است و این دوازدہ مقام مذکورہ، بست و چہار شعبہ، موافق حساب ساعات شبانہ روز دارند یعنی ہر مقام دو شعبہ بحسب اصطلاح اہل ہند بمنزلۂ راگنی است۔ حکمای ہند موسیقی را سنگھت گویند و باعتقاد اہل ہند واضع آن، نارد، پسر برہماست۔"

کتاب کا دوسرا حصہ، 'مجمع الفنون' جیسا کہ قبلاً ذکر کیا جاچکا ہے، مختلف فنون، صنایع، دستکاریوں اور پیشوں سے متعلق ہے، اس زمانہ کے متعدد معروف فنون، متوسط درجے کے فنون اور کم درجے کے پیشوں کا ذکر، اس قدر جزئیات کے ساتھ اس کتاب میں شامل ہے کہ یہ کتاب اس زمانے کے مختلف فنون اور پیشوں کا ایک دلچسپ اور انوکھا انسائیکلوپیڈیا معلوم ہوتی ہے۔ یہاں صرف چند فنون اور پیشوں کا محض نام نقل کیا جارہا ہے جس سے اس حصہ کی کیفیت و ماہیت کا پتہ چل سکے۔

تعبیر خواب، مختلف کھیل، شطرنج وغیرہ۔ فن جوہریان، مروارید اور اس کی صفات و خواص، یاقوت وغیرہ سے متعلق ان کو پرکھنے کا طریقہ، فن مطبخیان، فن جراحی، فن صید و شکار، فن کحالان،

ابتدائی تعلیم اپنے والد منشی عبدالواحد خاں سے حاصل کی اور بارہ برس کی عمر تک اخلاقی تعلیم کے ساتھ ساتھ جو کتابیں پڑھیں وہ حسب ذیل ہیں: گلستاں، اخلاق المحسنین، کلیلہ و دمنہ، معدن الجواہر، ابواب الجنان، سہ نثر ظہوری، طغرا، مثنویاں اور دیوان مثلاً بوستان، زلیخا، سکندر نامہ، دیوان آصفی، دیوان ظہیر وغیرہ، صرف ونحو سیکھی اور اس کے علاوہ خط نستعلیق کی مشق کی۔ لیکن ان کے والد نے ان کی تعلیم و تربیت میں جو تشدد و تاکید برتی، وہ ان کے لئے سم قاتل سے زیادہ ناگوار خاطر ثابت ہوئی، چنانچہ پندرہ یا سولہ برس کی عمر میں واجد اپنے والد کو اطلاع دئے بغیر سیاحت و جہانگردی کے شوق میں اپنے گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور ہندوستان کے مختلف مقامات کی سیر کی۔ واجد کے آبار و اجداد، تیموری خاندان کی ملازمت میں رہے، ان کے والد ایام جوانی سے نواب غفران مآب نواب خان جہان خان کی خدمت میں ملازم رہے اور پچیس سال تک دار الانشار کے محکمہ میں خدمات انجام دیں۔ نواب مذکور کے انتقال کے بعد، واجد کے والد نے انگریزی سرکار کی ملازمت کرلی اور اسمت جو کلکتہ میں دیوانی کے حاکموں میں سے تھے، ان کی مدح میں ایک مثنوی لکھی جس کے صلہ میں اسمت نے ان پر عنایت و مہربانی کی۔ اس مثنوی سے ایک مختصر اقتباس واجد نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جس سے ان کے والد کی شاعرانہ مہارت، انداز بیان کی سلاست و روانی اور فارسی پر ان کے عبور کا پتہ چلتا ہے۔ خود واجد بھی ایک اچھے شاعر تھے۔ ان کے کچھ اشعار مختلف تذکروں میں اور کچھ تاریخی قطعے اسی کتاب میں درج ہیں۔

گذارش خریداری برہان یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلے میں خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر کوپن پر برہان کی چٹ نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں تاکہ تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ ہو۔ اس وقت بے حد دشواری ہوتی ہے جب ایسے موقع پر آپ صرف نام لکھنے پر اکتفا کر لیتے ہیں اور بعض حضرات تو صرف دستخط ہی کو کافی خیال کرتے ہیں۔ پتہ مکمل ہونا چاہئے۔